پر مشتمل ہے، سب ایک سے ایک بڑھ کر جاذب و دل کش اور موثر، امید ہے کہ اربابِ ذوق و ادب اُس کے مطالعہ سے شادکام ہوں گے، البتہ بعض الفاظ جیسے "پروائی" (ص ۲۹) اور "نابصیری" (ص ۳۰) کھٹکتے ہیں۔

نیم باز از ڈاکٹر عنوان چشتی، تقطیع خورد ضخامت ۱۲۷ صفحات کتابت و طباعت اعلیٰ، قیمت چار روپیہ، پتہ :- اردو سماج، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ ۲۵

ڈاکٹر عنوان چشتی اصلاً ایک نامور ادیب اور بلند پایہ محقق ہونے کی حیثیت سے اُن چند گنے چنے جواں سال اساتذۂ اُردو میں سے ہیں جو گذشتہ دس پندرہ برس کی مدت میں ابھرے ہیں اور جو اپنی علمی اور تحقیقی کاوشوں کے باعث اردو زبان و ادب کے مستقبل کے لئے نیک فال ہیں شاعری ان کا ضمنی مشغلہ ہے، پیشہ نہیں، اسی لئے مختصر اور جذبۂ دل سے مجبور ہو کر کہتے ہیں لیکن جو کچھ کہتے ہیں اُس میں فنکارانہ صنعت اور وجدان وشعور کی پختگی اور بصیرت ہوتی ہے، طبعاً وہ طرزِ قدیم کے پیرو ہیں، لیکن ماحول کے اثر سے جدید اور ترقی پسند شاعری کے میدان میں بھی "سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی"، کے مطابق گلگشت کر لیتے ہیں۔ لیکن طبع سلیم چوں کہ رہنما ہے اس لئے جدید شاعری کی تاریک بھول بھلیوں میں گم نہیں ہوتے اور خیریت و عافیت کے ساتھ اُس سے نکل آتے ہیں، چنانچہ اس مجموعہ میں ان کی دونوں قسم کی غزلیں اور نظمیں شامل ہیں، ان میں جذباتیت بھی ہے اور عقلیت و تفلسف بھی اور تاریخی تلمیحات بھی ہیں جو وسعت مطالعہ کی دلیل ہیں، شروع میں جو مقدمہ ہے وہ بھی شاعری کی تعریف اور اُس کے معیارِ حسن و قبح پر ایک نہایت دل پذیر اور بصیرت افروز محاکمہ ہے، اس حیثیت سے اردو شاعری کے موجودہ ذخیرہ میں یہ مجموعۂ کلام ہر چند کہ مختصر ہے مہدی افادی کے بقول "خاصہ کی چیز" اور لائق مطالعہ ہے۔

صدائے زخم از جناب اعزاز افضل، تقطیع کلاں ۔ کتابت و طباعت

اور کا غذ اعلیٰ ۔ضخامت ۱۲۸ صفحات قیمت مجلد 7/50 پتہ :۔ تنویر پبلیکیشن ۹۸، لورچیت پور روڈ ، کلکتہ ۔۱

آج اُردو شاعری کی صنفِ نازک یعنی غزل نے جو غیر معمولی ترقی کی اور حیرت انگیز عروج پایا ہے اُس کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں صرف ایک غمِ جاناں تھا جس کی کیفیات اور واردات کا بیان غزل کا واحد موضوع تھا۔ لیکن آج کے شاعر نے غمِ روزگار کو بھی غمِ جاناں بنا کر اپنے دل میں سمو لیا ہے اور چوں کہ یہ غم ایک نہیں بلکہ ہزار غموں اور دکھوں کے مجموعہ کا نام غمِ روزگار ہے، اس لئے تخیل پیمائی کے لئے عہدِ جدید کے شاعر کے سامنے جو وسیع اور لق و دق میدان ہے وہ اُس کے پیش رو کے سامنے نہیں تھا، پھر علوم و فنون کی غیر معمولی ترقی اور ترقی یافتہ ادبیاتِ عالم نے نوجوان طبقہ کے ذہن اور دماغ پر جو اثرات ڈالے ہیں اُس کی وجہ سے اُردو غزل میں بھی اظہار و بیان اور ادائے مطلب کے نئے نئے اسالیب و طرق پیدا ہوئے ہیں ، ان دونوں کا مجموعی اثر یہ ہے کہ اب غزل کی ٹکنک ہی یکسر بدل گئی ہے جو ہمارے خیال میں پہلے کے مقابلہ میں زیادہ موضوعی اور حقیقت سے قریب ہے، لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ غزل میں حسن اور دل کشی اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اُس کا آہنگ غزل کی قدیم روایات سے قرین نہ ہو، جو غزل ایسی نہیں ہے وہ معشوقۂ فرنگ ہو سکتی ہے، ناظورۂ ہندوستان نہیں ہو سکتی، یہ وہ نکتہ ہے جو جدید شاعری

کے پرستاروں کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اِس بنا پر جناب اعزاز افضل لائق مبارک باد ہیں کہ ان کی غزلیں معنوی طور پر تغزلِ جدید کی تمام خوبیوں پر مشتمل ہیں، لیکن ان کا آہنگ اور ہیئت قدیم ہے، ان دونوں چیزوں نے مل جُل کر اُن کے کلام کو مئے دوآتشہ بنا دیا ہے، پھر موصوف محض شاعر نہیں بلکہ زبان اور اُس کے ادب کے مستند عالم اور اُستاد اور جمیل مظہری اور پرویز شاہدی (جن کے ساتھ اُردو کے ادیبوں اور نقادوں نے اپنی دھڑے بندی کی وجہ سے انصاف نہیں کیا) ایسے سرخیل شعرائے روزگار کے باقاعدہ صحبت یافتہ ہیں اس لئے اُن کے کلام میں درد و کرب اور سوز و گداز کے ساتھ زبان کی صحت و صفائی، محاورہ بندی اور قواعد کی پابندی کا جوہر بھی پایا جاتا ہے، یہ وہ وصف ہے جو آج کل کے نو واردہ شاعروں میں مفقود ہوتا جا رہا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اُردو "پڑھے" بغیر اُس میں شاعری شروع کر دیتے ہیں۔ اعزاز افضل کو غزل اور نظم دونوں پر یکساں قدرت حاصل ہے، لیکن غزل سے فطرتاً انھیں زیادہ لگاؤ ہے زیرِ تبصرہ کتاب صرف غزلوں کا مجموعہ ہے، ان غزلوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان میں طنز اور رمزیت بلا کے ہیں، لیکن ان کی سرحد کہیں نغزگوئی سے ملنے نہیں پائی ہے اس لئے معنوی طور پر بھاری بھرکم مگر ظاہری طور پر سبک اور ہلکی پھلکی ہیں۔